آسیہ مرزا

میرے ہم نفس میرے ہم نوا

حیات علی کی تین بیٹیاں تھیں۔ یہ ایک متوسط گھرانہ تھا۔ اللہ کا دیا سب کچھ تھا۔ راحیلہ بیگم کے سگھڑاپے کا منہ بولتا ثبوت۔ اولاد کی تربیت میں کہیں کوئی کسر نہ رکھی تھی۔ نیلوفر تو تھی ہی ماں کی طرح صابر و شاکر اور ارسلہ نے اس کا لقب قانع آپا رکھ دیا تھا۔ اریبہ چھوٹی فرسٹ ائیر کی طالبہ تھی۔ بس پڑھائی اور موبائل گیمز سے دلچسپی تھی مگر اماں کا دردسر تو ارسلہ تھی۔

نیلوفر کی منگنی جہاں ہوئی تھی وہ لوگ بہت لالچی تھے اور آئے دن کوئی نہ کوئی مطالبہ کرتے رہتے تھے۔ ارسلہ کو اس کی خالہ کا بیٹا سکندر پسند کرتا تھا لیکن غربت کی وجہ سے ارسلہ اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

مہوش جیلانی اور اکبر جیلانی کے دو بچے ہیں، رومی اور آبص۔ آبص ایک حادثہ کی وجہ سے اپنی زندگی سے بے زار ہے۔

نادیہ شاہ ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ کالج کے ایک ٹور پر اس کی ملاقات آبص سے ہوتی ہے جہاں دونوں ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

آبص کی ماں کو اس رشتے سے اختلاف ہوتا ہے اور وہ نادیہ شاہ کے گھر جا کر اس کی بہت بے عزتی کرتی ہیں۔ جب وہ اس کے بھائی کو مروانے کی دھمکی دیتی ہیں تو مجبوراً نادیہ شاہ آبص کو چھوڑ دیتی ہے اور اپنا گھر بھی تبدیل کر لیتی ہے۔

ارسلہ کو اپنی دوست رومی کے بھائی آبص میں اپنے خوابوں کی تعبیر نظر آتی ہے۔ جب اس کے گھر والے آبص کا رشتہ لے کر آتے ہیں تو وہ زبردستی اپنی بات منواتی ہے۔

www.zemtime.com

ارسلہ کی شادی آبس سے ہو جاتی ہے لیکن وہ اس بات سے انجان ہے کہ آبس ایک حادثہ میں اپنی ٹانگ سے محروم ہو چکا ہے۔

ابا کو اکبر جیلانی کے آفس میں ایک جاننے والے سے علم ہوتا ہے کہ آبس تو کافی عرصے سے معذور ہے وہ بامشکل گھر پہنچتے ہیں اور اماں کو بتاتے ہیں۔ اماں ہمدردی کا اظہار کرتی ہیں اریبہ سے لیکن اریبہ کہتی ہے کہ وہ آج جو پیش کر رہی

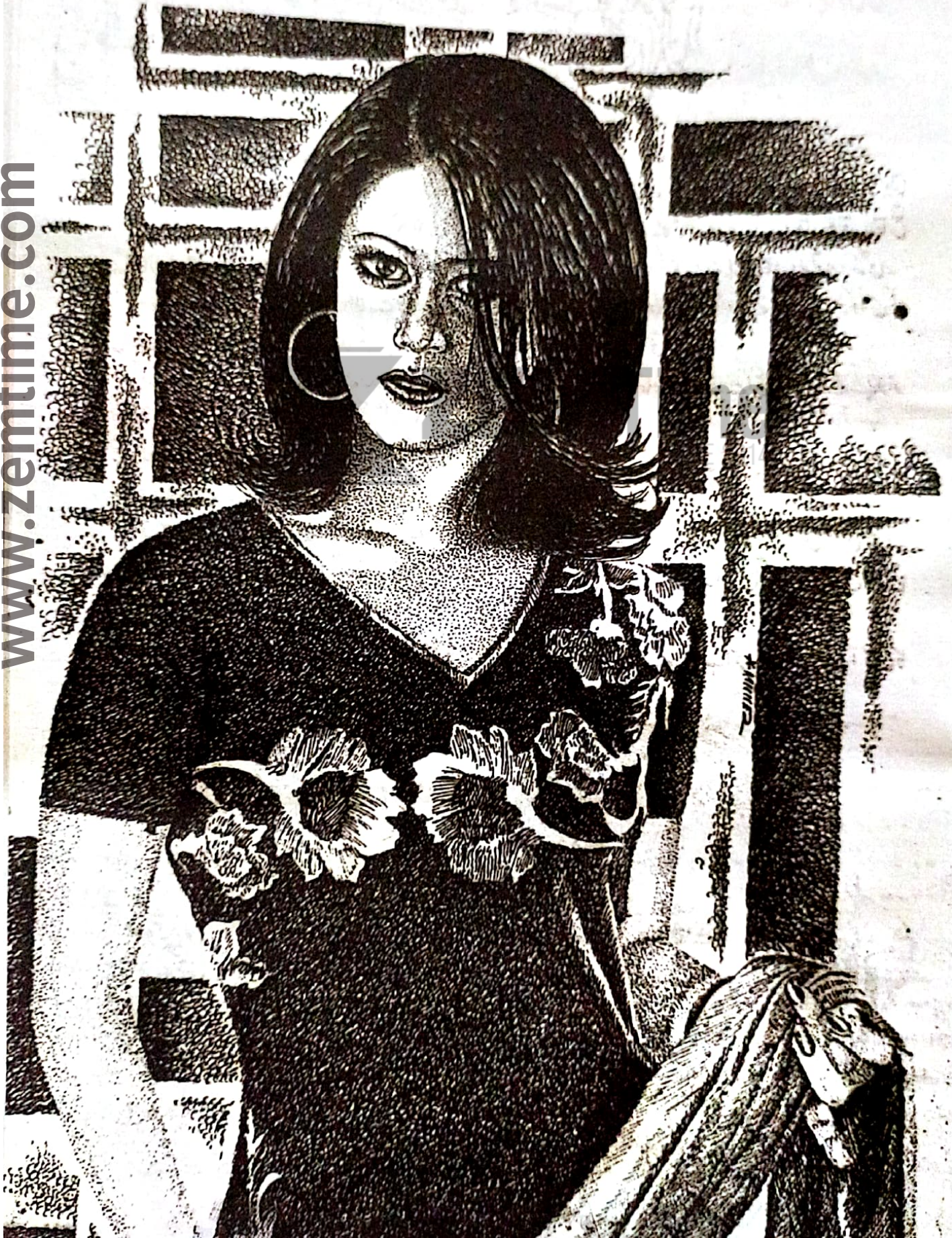

www.zemtime.com

ہے، ان کے بیٹے کے اسی نقص کی وجہ سے کر رہی ہے۔
ارسلہ کا لالچ دیکھ کر مہوش کو اپنے کیے کا پچھتاوا ہے۔
نادیہ شاہ اپنی دوست کے ذریعے آبص کے بارے میں معلومات کرواتی ہے۔ وہ اس کو آبص کی شادی کی تصویریں سینڈ کرتی۔ نادیہ شاہ کی بات اس کے کزن حمزہ سے ہو جاتی ہے۔ نادیہ شاہ حمزہ کو اپنے ماضی کے بارے میں بتانے کی کوشش کرتی ہے لیکن بتا نہیں پاتی۔
نیلو کی زندگی شادی کے بعد چھوٹی موٹی تلخیوں کے ساتھ اچھی گزر رہی ہے۔ احمر اس کے لیے ایک ٹھنڈی چھاؤں کی مانند ہے۔
عقیلہ خالہ کی خواہش ہے کہ ارسلہ سے نہ سہی اریبہ کی شادی سکندر سے ہو جائے۔ انہوں نے اپنی خواہش کا اظہار سکندر اور اپنی بہن راحیلہ سے بھی کر دیا ہے۔ ارسلہ جب یہ سنتی ہے تو ان کے گھر جا کر سکندر کو بہت سناتی ہے۔
حمزہ نادیہ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ لیکن نادیہ اسے اپنے ماضی اور آبص کے بارے میں سب کچھ بتا دیتی ہے۔ حمزہ نادیہ کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔
ایک شادی میں اتفاقاً نادیہ اور آبص کی ملاقات ہو جاتی ہے پھر وہ اکثر و بیشتر ملنے لگتے ہیں۔ نادیہ آبص کو اس کی ماں کے بارے میں سب کچھ بتا دیتی ہے۔
ارسلہ کے یہاں بچہ پیدا ہونے والا ہے وہ ابارشن کروانا چاہتی تھی۔ لیکن اس شرط پر رک جاتی ہے کہ بچہ ہونے پر آبص اسے ایک کوٹھی تحفہ میں دے گا۔
گھر دیکھ کر ارسلہ کا منہ بن جاتا ہے۔ وہ کسی بڑی کوٹھی کا تصور جمائے بیٹھی تھی یہ تو صرف چار سو گز کا بنگلا تھا۔ گھر آ کر بھی اس کا غصہ کم نہیں ہوتا وہ گیلری سے نکل کر رہائشی حصے کی طرف جا رہی ہوتی ہے تپتے دماغ کے ساتھ دو تین زینے پھلانگتی ہے اور اس کا پاؤں رپٹ جاتا ہے اور وہ آخری زینے پر گر جاتی ہے۔
ارسلہ کا بچہ دنیا میں آنے سے پہلے ہی اپنے خالق حقیقی کے پاس پہنچ جاتا ہے۔
اماں نیلو اور ارسلہ کی ساس کی دعوت کرتی ہیں۔ ارسلہ نیلو کی ساس سے بدکلامی کرتی ہے۔ وہ ناراض ہو کر چلی جاتی ہیں۔
نیلو سکندر کے ساتھ اپنے گھر جاتی ہے اور اپنی ساس سے معافی مانگتی ہے تو اس کی ساس اور احمر ایک صورت میں معاف کرنے پر راضی ہوتے ہیں کہ پہلے ارسلہ آخر معافی مانگے۔
سکندر ارسلہ سے معافی مانگنے کے لیے کہتا ہے تو وہ صاف انکار کر دیتی ہے۔
نادیہ شاہ آبص سے شادی کرنے پر رضامند ہو جاتی ہے اور آبص سے کہتی ہے کہ پہلے اپنی ماں اور بیوی کو میرے بارے میں بتانا ہوگا۔
آبص ارسلہ سے کہتا ہے کہ میں اور نادیہ شاہ عنقریب شادی کر رہے ہیں۔

ستائیسویں اور آخری قسط

مہوش کو بامشکل اکبر جیلانی پکڑ کر ارسلہ کے کمرے سے باہر لے جانے لگے، وہ شور سے مچا رہی تھیں۔
"اسے کہو، وہ یہاں سے دفع ہو جائے۔ میرے آبص کی زندگی سے نکل جائے۔ سب اسی کا کیا دھرا ہے۔ اس لالچی عورت سے کہو اکبر، ورنہ میں اس کا خون پی جاؤں گی"۔
مہوش کی چیخ و پکار، کوٹھی میں گونج رہی تھی۔ ارسلہ سکتے کی کیفیت میں دیوار سے لگی کھڑی تھی اس کے اعصاب پر ایسا سناٹا طاری تھا گویا ہوا سے محروم چاند پر۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دروازے کی جانب دیکھ رہی تھی

www.zemtime.com

جہاں کچھ دیر پہلے مہوش، جنونی انداز میں اندر آئی تھیں۔
اس کے اعصاب پر لرزا سا طاری ہونے لگا۔ اس نے گھبرا کر جلدی سے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا اور ایک گہری سانس سینے کی تہ سے کھینچ کر باہر پھینکی۔
''میرے خدا''۔ تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔ اس نے قالین پر بکھرے کانچ پر نظر ڈالی، بے حد قیمتی گلدان مہوش نے اٹھا کر دیوار پر دے مارا تھا۔ اگر اکبر جیلانی نہ ہوتے تو شاید یہ گلدان ارسلہ کے دماغ کی چولیں ہلا چکا ہوتا۔ وہ بھی انہی کانچ کی طرح قالین پر بکھری پڑی ہوتی۔
اسے جھرجھری سی آ گئی۔ اس کی سمجھ میں ابھی تک نہیں آ رہا تھا مہوش کا یہ رویہ۔ وہ ڈھیلے قدموں سے چلتی بیڈ تک آئی اور گرنے کے انداز میں بیٹھ کر یکدم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

☆☆☆

اریبہ کی خوشی کا ٹھکانا نہیں تھا، وہ سکندر کی مدد سے اپنی پیکنگ کر رہی تھی۔ کل شام ان کو روانہ ہونا تھا اسلام آباد کے لیے۔ خوشی اس کے چہرے سے ظاہر تھی۔ چھوٹی موٹی ضرورت کی چیزیں اٹھا اٹھا کر سکندر کو دیتے ہوئے وہ بڑی مسرور دکھائی دے رہی تھی۔ یکدم سکندر نے اپنی پینٹ کی بیلٹ اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔
''تم سچ مچ اتنی خوش ہو یا دکھاوا کر رہی ہو''۔ وہ نظریں اس کے چہرے پر جماتے ہوئے بولا۔
''دکھاوا۔ کیوں؟''۔ وہ مصنوعی پن سے گھورنے لگی۔
''سوچ رہی ہوگی دبئی کے بجائے اسلام آباد اور مری جا رہے ہیں۔
''آپ نے تو چھیڑ ہی بنالی ہے میری۔ اب دبئی میرے لیے کوئی جنت نہیں ہے کہ نہ جانے پر دکھ ہو مجھے''۔ وہ منہ پھلا کر ہاتھ چھڑانے لگی۔ سکندر ہنس دیا۔
''چلو، یہ کہہ کر تم نے ایک سکون دے دیا ہے۔ میں تو ڈر ہی گیا تھا ارسلہ کی طرح دبئی بھی تمہارے لیے جنت نہ ہو''۔
''دیکھیں۔ دیکھیں۔ ارسلہ آپی کو آپ اب لا رہے ہیں بیچ میں، میں نہیں''۔ وہ ہاتھ چھڑا کر پیچھے ہٹی۔ ''آپ کرتے رہیے پیکنگ میں جا رہی ہوں خالہ کے پاس۔ لے کر سارا موڈ خراب کر دیا۔'' اریبہ دروازے کی طرف سے جانے لگی مگر سکندر نے اس کی یہ کوشش ناکام بنا دی۔
''ایسے نہیں جاؤ گی''۔ اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ وہ لہرا کر دیوار سے جا لگی۔
''خالہ کے پاس جانے کا یہ کون سا ٹائم ہے۔ یوں بھی امی اس وقت سو جاتی ہیں۔'' وہ دیوار پر ایک ہاتھ رکھ کر اس کی طرف جھکا''۔ اس وقت خالہ کا بیٹا ہی جاگ رہا ہے اسی سے ٹائم پاس کر لو''۔
وہ جذبوں سے پر آنکھیں اس کے چہرے پر ٹکائے اسے استحقاق بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔
اریبہ نے گھبرا کر اپنی پلکیں جھکا دیں۔

زندگی سے یہی گلہ ہے مجھے
تو بہت دیر سے ملا ہے مجھے
ہم سفر چاہیے ہجوم نہیں
اک مسافر ہی قافلہ ہے مجھے

سکندر کی نگاہوں سے شرما کر وہ اسے دھکیلنے لگی۔
''آپ کو پیکنگ کرنی ہے یا میں جاؤں''۔

www.zemtime.com

''ارے، ایسے کیسے جاؤ گی۔'' سکندر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بیڈ تک لایا۔ ''الٹے سیدھے کام میں میں لگا دیتی ہو مجھے۔ یہ پھیلاوا کون سمیٹے گا۔ وہ بیڈ پر بکھرے کپڑوں اور سامان کو دیکھ کر اسے مصنوعی پن سے گھورنے لگا۔

''کیا آ..... کیا'' میں نے کون سے الٹے سیدھے کام پر لگایا ہے آپ کو۔ آپ کو ہی میں.....'' وہ بولتے بولتے رک گئی

سکندر نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔ ''ہاں بولو۔ مجھے کیا''؟

''اچھا بس۔ میرے سر پر سوار رہیں گے تو مجھ سے کام نہیں ہوگا۔ ہٹ جائیں آپ یہاں سے۔ آپ وہاں جا کر بیٹھ جائیے''۔ وہ سکندر کی مسکراہٹ سے کترا کر کپڑے ادھر ادھر کرنے لگی۔

سکندر کپڑے ایک طرف کر کے بیڈ پر بیٹھ گیا اور اسے پیکنگ کرتے دلچسپی سے دیکھنے لگا۔ وہ بڑے سلیقے سے کپڑے تہ کر کے بیگ میں رکھ رہی تھی پھر یکدم وہ کچھ یاد آنے پر بولی۔

''ایک بات کہوں، آپ مانیں گے''۔

سکندر، سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے سر ہلا دیا۔

''کیا ہم جانے سے پہلے ارسلہ آپی سے مل سکتے ہیں..... میرا مطلب ہے میں ان سے مل کر جانا چاہتی ہوں۔''

''کیوں؟

''بس دل چاہتا ہے شادی کے بعد سے ان سے ڈھنگ سے ملاقات نہیں ہوئی''۔

اس کے لہجے میں معصومانہ التجا تھی۔ سکندر نے اس کا دل رکھنے کو سر اثبات میں ہلا دیا۔ اس کے خیال میں یہ خواہش اتنی مشکل نہ تھی کہ وہ پوری نہ کر سکتا۔

''پھر کل صبح چلیں گے ہمیں تو شام کو نکلنا ہے نا''۔ وہ خوش ہو کر پروگرام بنانے لگی۔ سکندر اس کی معصومانہ انداز پر مسکرا دیا۔

☆☆☆

اس کو کس روشنی میں دفنائیں
اس کو کس خواب کا بدن ہم دیں
وہ جو خوشبو میں ڈھل گیا یارو۔!
اس کو کس پھول کا کفن ہم دیں

عاظمہ کا دکھ کسی طور کم نہ ہو رہا تھا۔ صبر آ کر بھی صبر نہ پا رہا تھا دل۔ آنکھیں رو رو کر تھک گئی تھیں مگر دل پر جما پانی ختم نہ ہو رہا تھا۔

حمزہ کو لگ رہا تھا زندگی یہیں تک تھی، آگے کچھ بھی نہیں نہ زندگی نہ موت۔ بس ایک تاریک خلا ہے اور وہ اس خلا میں اترتا جا رہا ہے جس کی کوئی حد نہیں تھی جیسے۔

سب کے لیے ہی بڑی صبر آزما ساعتیں تھیں۔

''ہر غم ہر خوشی یہاں عارضی ہے بیٹا۔ ہم سب کا یہی سفر ہے۔ یہی منزل ہے۔ آج نادیہ چلی گئی کل ہم کو بھی جانا ہے۔ خدا کی رضا میں راضی رہنا ہی تو دل میں ایمان ہونے کی علامت ہے۔ جتنا سوچو گے اتنا تڑپو گے۔ جب قدرت کے فیصلے پر سر جھکا لو گے تو صبر آ جائے گا۔ زخم خود بخود مندمل ہو جائیں گے اس تاریک خلا سے باہر نکل آؤ گے''۔

www.zemtime.com

وہ صبی خالہ کی گود میں سر رکھے لیٹا تھا صبی خالہ اس کے گھنے چمکدار بالوں پر دھیرے دھیرے انگلیاں پھیرتے ہوئے اسے تسلیاں دلاسے دے رہی تھیں۔

"ایسا لگتا ہے دل و دماغ کے سب راستے بند ہو گئے ہیں۔ بس گہرا اندھیرا ہے۔ جو دیا تھا وہ بجھ گیا اب کچھ سجھائی نہیں دے رہا ہے امی۔"

اس کی آنکھوں کی سطح پر نمی تھی۔ نادیہ شاہ کی جدائی کا دکھ اور اب تک بے یقینی جھلک رہی تھی۔

"دیا بجھ جائے تو اندھیرا تو ہوتا ہے۔ اور دیے کا کام تو بجھنا ہی ہے بیٹا۔ انسان کو ایک دن موت بجھا دیتی ہے۔ سورج کی روشنی کو دیکھو۔ زندگی ختم نہیں ہو جاتی۔ بس ایک ایک دیا بجھتا جائے گا۔ مگر دعا کرو کہ اس کی قبر میں بہت روشنی رہے۔ بہت اجالا رہے۔ خدائی رحمت اس پر سایہ لیے رہے۔ اس کے جدا ہونے پر دل مت جلاؤ، اس کے آگے کی منزلوں کی آسانی کے لیے دعا کرو۔ اسے تمہارے آنسوؤں کی، تمہاری اداسی کی، تمہاری اس تڑپ کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ اسے صرف ان دعاؤں اور بخشش کی ضرورت ہے جو تم اس کے لیے کرو گے۔ اور جتنا کرو گے سمجھو محبت کا حق ادا کرتے رہو گے۔"

صبی کی آواز بھی ٹوٹنے لگی۔ حمزہ ان کی آغوش میں شیر خوار بچے کی طرح سر ڈال کر بلکنے لگا۔ اور اس طرح ٹوٹ کر رونے لگا جیسے اب عمر بھر نہ رو پائے گا۔ صبی نے اسے رونے دیا۔ وہ اب تک چپکے چپکے، یہاں وہاں چھپ کر تھوڑا تھوڑا رویا تھا آج کھل کر رویا تھا انہوں نے سوچا اچھا ہے غبار نکل جائے گا۔ آنسو اندر ہی رہیں تو گھٹن بن جاتے ہیں، حبس بڑھ جاتا ہے اور بے قراری حد سے سوا ہو جاتی ہے۔ نکلنے کے لیے رستہ مل جائے تو کھل کر سانس آنے لگتی ہے۔

حمزہ کے دل کی سطح پر چھائی دھند بھی چھٹ رہی تھی جی کا غبار آنسوؤں کی صورت بہہ رہا تھا۔

☆☆☆

ارسلہ اپنی پیکنگ کر چکی تھی۔ یوں بھی اسے یہاں اب رہنے کا کوئی جواز دکھائی نہیں دے رہا تھا اور مہوش کل کی جنونی حرکت نے اسے اندر سے خوف زدہ کر دیا تھا۔ اس کے لاشعور میں ایک نادیدہ خوف بیٹھ گیا تھا۔ وہ یہاں سے چلی جانا چاہتی تھی۔ مگر مہوش کو خبر ہوئی کہ وہ میکے جا رہی ہے تو انہوں نے ملازمہ کے ہاتھ اسے رکنے کو کہا۔ اور معذرت کی کہ ان سے جو بھی ہوا وہ شدید ڈپریشن کی وجہ تھی۔

اکبر جیلانی نے بھی اس کے کمرے میں آ کر اسے تسلی دی اور کچھ دن اور رک جانے پر اصرار کیا۔ وہ سر جھکا گئی کہ ضد بے معنی تھی۔ تڑپنا تو اسے یوں بھی تھا۔ یہاں یا میکے۔ تنہائی تو اب اس کا مقدر تھی۔ انتظار تو آبص کا اسے کرنا ہی تھا یہاں کرتی یا میکے۔

وہ مہوش کی طبیعت پوچھنے چلی آئی۔ مہوش اپنے اس رویے پر شرمندہ دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ کچھ دیر ان کے پاس بیٹھ کر باہر آ گئی۔ لابی میں آئی تو اریبہ کو دیکھ کر حیران ہوئی۔ اریبہ اسے دیکھ کر دوڑ کر اس کے گلے لگ گئی۔

"ارے۔ تم۔ یہاں کیسے۔ صبح صبح"۔ وہ حقیقتاً حیران ہوئی۔ کسی اپنے کو دیکھ کر سرخوشی کے احساس سے اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔ اس نے تڑپ کر اریبہ کو سینے سے لگا لیا۔

"کتنے دنوں بعد دیکھ رہی ہوں تمہیں بیا۔ بہت پیاری ہو گئی ہو"۔ اس نے اریبہ کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کر محبت اور شفقت سے کہہ کر چوم لیا۔ پھر نظریں سکندر پر گئیں تو جلدی سے آنکھوں کو پونچھ کر اور اس کی طرف چلی آئی جو اکبر جیلانی سے علیک سلیک کر رہا تھا ان دونوں کے جذباتی منظر پر ہنس دیا۔

"تم تو یوں ارسلہ سے لپٹ گئیں جیسے برسوں کے بعد ملی ہو۔ وہ اریبہ کو چھیڑنے لگا۔

www.zemtime.com

''تم لوگ باتیں کرو۔ میں مہوش کو بتاتا ہوں تمہارے آنے کا''۔
اکبر جیلانی آفس کے لیے تیار تھے کچھ عجلت میں دکھائی دے رہے تھے تاہم سکندر کو بڑی اپنائیت سے گلے لگا کر صوفے پر بیٹھنے کو کہا۔
''میرا خیال ہے رہنے دیں آنٹی کو، ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے انہیں آرام کرنے دیں۔ ارسلہ نے جلدی سے انہیں روک دیا۔
اکبر جیلانی نے بے ساختہ ارسلہ کی طرف دیکھا۔ پھر ہلکے سے سر ہلا دیا۔
''ہاں۔ رات سے کچھ طبیعت بہتر نہیں ہے اس کی''۔
''ارے نہیں۔ انکل۔ ہم تو ارسلہ اور آبص بھائی سے ملنے آئے ہیں ناحق آنٹی کو تکلیف نہ دیں''۔ اریبہ سمجھ داری سے بولی۔
''آبص..... اکبر جیلانی کی پیشانی کس احساس سے تپنے لگی۔ انہوں نے ارسلہ کی طرف دیکھا۔
''آبص دراصل آج بہت سویرے ہی نکل گئے ہیں، انہیں بہت ضروری کام تھے''۔ ارسلہ بردباری سے بہانہ بنائی گئی۔ پھر اریبہ کو پیار کرتے ہوئے مسکرائی۔ تم دونوں کیسے نکل آئے، آج یہاں میری طرف۔ کم از کم کال ہی کر دیتے تو میں آبص کو روک لیتی''۔ وہ اپنائیت سے بولی۔
اکبر جیلانی نظریں چرا کر اپنا بریف کیس ملازم کے ہاتھ سے لیتے ہوئے سکندر سے معذرت کرتے چلے گئے۔
دراصل ہمارا پاکستان ٹور کا پلان ہے، آج ہی اسلام آباد کے لیے نکلیں گے۔ اریبہ نے ضد کی کہ تم سے مل کر جائے گی اس لیے اسے لے آیا۔ شام کو چار بجے نکلنا ہے ہمیں۔ بس یہی وقت بچا تھا، سوچا تم سے ملوا دوں اسے۔ پھر شکایت نہ رہے اسے''۔ سکندر بتانے لگا
''اوہ۔ اچھا۔ واہ بھئی زبردست۔'' ارسلہ ہنس دی اور اریبہ کے کمرے گرد بازو پھیلا لیا۔ ''بہت خوشی کی خبر سنائی۔ پھر ہلکی سانس کھینچی۔ ''خدا تم دونوں کو خوش رکھے اور خیر سے لے جائے خیر سے لے آئے''۔
آمین'' سکندر دھیرے سے بولا۔ پھر اریبہ کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''تم دونوں باتیں واتیں کرو۔ میں یہیں بیٹھا ہوں''۔ وہ لابی کے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔
ارسلہ اریبہ کو اپنے بیڈروم میں لے گئی۔ اریبہ کا آنا اس سے ملنا اسے بہت سکون دے رہا تھا۔ سکندر اپنے موبائل میں مصروف ہو گیا۔ ملازم بڑے قرینے سے اس کے آگے کافی اور اسنیکس رکھ کر گیا تھا۔ سکندر نے فقط کافی کے چند گھونٹ بھرے اور پھر سگریٹ پینے کے لیے لابی سے نکل کر کوٹھی کے کھلے حصے میں چلا آیا۔
ماربل کے فرش کی صاف ستھری روش پر دھیرے دھیرے چلتے ہوئے وہ اپنا یہ شغل پورا کر رہا تھا۔ روش کے آخری کنارے پر پہنچ کر وہ دانستہ رک گیا۔ وہاں ملازموں کے شاید کوارٹرز تھے۔ ایک نزدیکی کوارٹر سے کسی مرد عورت کی آواز آ رہی تھی۔ آبص اور ارسلہ کے ذکر نے اسے چونکا دیا تھا۔ حالانکہ چھپ کر کسی کی باتیں سننا اسے ہرگز پسند نہ تھا مگر جملہ ہی کچھ ایسا تھا کہ وہ نا چاہتے ہوئے بھی رک گیا اور سننے لگا۔ کسی پکی عمر کی عورت کی آواز تھی۔
میں تو کہتی ہوں نصیر، اب کے ارسلہ بیگم کو آبص میاں نے ٹھیک سبق دیا ہے۔ گھر چھوڑ کر چلے گئے۔ اب پتا نہیں واپس آتے ہیں یا سالوں کے لیے چلے گئے''۔
''ایسا مت کہو نیک بخت۔ مجھے تو آبص میاں کی فکر کھائے جا رہی ہے جانے کہاں کہاں کی خاک چھان رہے ہوں گے۔ کون سے ملک، کس دیس کو نکل گئے ہیں۔ ہم سب اداس ہیں۔ ٹوٹا ہوا دل تو پہلے ہی تھا۔

www.zemtime.com

بس ذرا سی امید پہ جیسے زندہ سے ہو گئے تھے۔ پھر جانے کیا ہوا۔
یہ نصیر کا کا کوئی آواز تھی افسردگی میں گھلی ہوئی۔ جیسے الفاظ تڑپ کر، آہ بن کر نکل رہے ہوں زبان سے۔
''کچھ تو ہے۔ ارسلہ بی بی بہت بدل کر رہ گئی ہیں اس دھچکے سے۔ میں تو حیران ہوتی ہوں انہیں دیکھ دیکھ کر۔'' عورت کی آواز میں ارسلہ کے لیے تحقیر تھی۔
''ہاں کرو یہ تو ہے۔''
''دیکھا نہیں آپ نے۔ کیسا تنتنا رہتا تھا۔ آبص میاں کو تو خاطر میں نہ لاتی تھیں، زچ کر کے رکھا ہوا تھا۔ بڑی بیگم بھی تنگ تھیں، پوری کوٹھی کا ماحول ان کی بدزبانی سے خراب رہتا تھا۔ اب تو ایسی ہو گئی ہیں جیسے بالکل ہی ہار گئی ہوں۔ چھری تلے آئی بکری''۔
''ایسے تو مت کہو۔ خدا رحم کرے اس گھر پہ اور گھر والوں پر۔ ہدایت مل گئی بڑی بات ہے''۔ مرد کی آواز میں عورت کے لیے ہلکی سی سرزنش تھی۔
''ہاں۔ سمجھدار تو ہو گئی ہیں۔ دیکھا نہیں کیسے اپنا غم چھپا لیتی ہیں۔ رومی کے سسرال والے آئے تھے تو ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھیں''۔ میکے سے بہن آئی تھی تب بھی ظاہر نہ ہونے دیا تھا اپنا غم۔ اور ہر ایک سے یہی کہتی ہیں کہ آبص بڑا خیال رکھتے ہیں۔ میرا ہائے نصیر! میں تو سچی حیران ہوں ان کا یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر''۔
''اچھا ناں۔ آہستہ بول۔'' مرد نے زور سے ٹوکا۔
''بس تقدیر کی باتیں ہیں۔ وقت بہت بڑا استاد ہے سکھا دیتا ہے سب کچھ''۔
''ہاں۔ کاش آبص میاں کے ہوتے ہوئے ارسلہ بی بی یہ رنگ ڈھنگ اپنا لیتیں تو حالات یہ نہ ہوتے جو آج ہیں''۔
''اری نیک بخت! تم باتیں ہی بگھارتی رہو گی یا کوٹھی کے اندر بھی جاؤ گی''۔ مرد نے پھر ٹوکا تھا۔
''سب کام کر کے آئی ہوں ذرا کمر ٹکانے۔ تم کو تو کوٹھی کی فکر رہتی ہے ہر وقت۔ کبھی میری بھی کر لیا کرو''۔
''اچھا بابا اچھا۔ آرام کرو''۔
کل رات کے واقعہ پر میں بڑی پریشان ہوں۔ ارسلہ بی بی نے سویرے سویرے اٹھ کر اپنا سامان باندھ لیا تھا میکے جانے کو۔ یہ تو صاحب نے روک لیا انہیں''۔
''ارے نہیں۔ مہوش بی بی انہیں جانے نہیں دیتیں۔ یہ تو نادیہ شاہ کی موت کی خبر پر جذباتی ہو گئی تھیں۔ ورنہ اب وہ ارسلہ بی بی سے پیار کرنے لگی ہیں۔ وہ اب ہرگز انہیں میکے نہیں بھیجیں گی''۔
مرد کی آواز میں اعتماد تھا۔ جیسے وہ کوٹھی کے ہر فرد کی ہر رگ سے واقف ہو۔
''سچ کہوں نیک بخت، نادیہ شاہ کی موت نے بڑا ہی دکھ پہنچایا ہے۔ ایک امید سی پیدا ہو گئی تھی کہ آبص میاں کو ان کی محبت مل جائے گی۔ تو ان کی زندگی بھی سنبھل جائے گی مگر ہمارے آبص میاں کا نصیب۔ نہ نادیہ شاہ ملی نہ ارسلہ بی بی سے پیار ملا''۔ مرد کی آواز میں افسوس تھا۔
یکدم کھڑکا ہوا تو۔ سکندر تیزی سے پلٹ کر کوٹھی کے داخلی دروازے کی جانب چلنے لگا۔ مگر اب اس کے دماغ میں ایک انتشار برپا تھا۔ ارسلہ کی زندگی میں اتنا بڑا طوفان آ گیا تھا اور وہ سب بے خبر تھے۔ ارسلہ جیسی جذباتی، بے رحم، بے حس اور نا سمجھ لڑکی سے اتنی بردباری کی توقع۔ وہ اتنا گہرا زخم کھا کر چپ چاپ سہہ رہی تھی۔ سکندر شدید ذہنی دباؤ کا شکار تھا۔
جاتے وقت ارسلہ کو اس نے خاصی گہری نظروں سے دیکھا تھا جیسے اس کے دل میں جھانک رہا ہو۔ وہ اریبہ کو گلے لگا کر اسے دعائیں دے کر رخصت کرتے ہوئے خود کو بے حد ہشاش باشاش ظاہر کر رہی تھی۔ بات

www.zemtime.com

بات پر مسکرا کر۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ سکندر کی نظروں میں عیاں ہو رہی تھی۔
کبھی کبھی غم صرف آنسوؤں سے ہی نہیں مسکراہٹوں سے بھی ظاہر ہو جاتے ہیں۔ بہت زیادہ ہنسی غم کا پردہ چاک کر دیتی ہے۔ کم از کم وہ سکندر کی نگاہوں میں عیاں تھی۔ سکندر دل پر ایک بوجھ اٹھائے اریبہ کے ساتھ پلٹ آیا۔

یہ ان کا ہنی مون پریڈ تھا۔ سکندر پوری کوشش کر رہا تھا کہ وہ ارسلہ کے حالات سے اپنے ذہن کو ہٹا لے۔ اریبہ کے ساتھ پورا انصاف کرے۔ اسے مکمل وقت دے۔ مگر بہت بار اس کا دماغ افسردگی کی لپیٹ میں آتا رہا۔ وہ یکدم کھو سا جاتا۔ بارہا اس نے سوچا وہ نیلو کو بتا دے۔ مگر پھر سوچ کر اس اقدام سے باز رہا مبادا نیلو جذباتی ہو کر ارسلہ کے پاس نہ پہنچ جائے۔ خالہ کو سب کچھ نہ بتا دے۔

☆☆☆

وہ دونوں اسلام آباد سے مری چلے آئے۔ مری کا موسم بے حد خوشگوار تھا ہلکی ہلکی بارش مری کے پہاڑوں کو اور بھی دلکش بنا رہی تھی۔

اریبہ تو اس موسم اور مری کے ان دلکش نظاروں میں خوش تھی۔ بچوں کی طرح بادلوں کو برستے دیکھ کر مچل گئی۔ بارش اسے دیوانہ بنا گئی۔ وہ جی بھر کر انجوائے کرنے لگی۔ مگر دوسرے روز اسے فلو نے آلیا۔ سکندر پریشان ہو گیا۔ اور اسے ہوٹل میں رہنے کی تاکید کی۔

''ابھی آگے بھی جانا ہے ہمیں۔ سوات کاغان، پھر کیسے جاؤ گی یونہی بیمار رہیں تو۔ ابھی ریسٹ کر لو۔ طبیعت سنبھل جائے گی''۔ وہ اسے پیار سے سمجھاتے ہوئے بولا۔

بات اریبہ کی بھی سمجھ میں آ گئی۔ سوات کاغان دیکھنے کی خواہش نے اسے ہوٹل میں ہی رہنے پر مجبور کر دیا۔ تاہم وہ ہوٹل کی کھڑکی سے مری کے دلکش پہاڑوں کا نظارہ کرتی رہی۔ سکندر کے کندھے پر سر رکھ کر اسے یہ دنیا جنت ہی محسوس ہونے لگی تھی۔

شام وہ جلد ہی سو گئی۔ سکندر بوریت محسوس کرتا ہوا ہوٹل سے باہر نکل آیا۔

رات بھر کی بارش کے بعد موسم اچھا خاصا ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ سڑکوں پر ٹریفک برائے نام تھا وہاں لوگ پیدل چلتے دکھائی دے رہے تھے۔ سکندر بھی اپنی جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے سڑک کے کنارے دھیرے دھیرے ٹہلنے کے انداز میں چلتا ہوا خاصا دور نکل آیا تھا۔ یکدم اس کے دل پر ارسلہ کا غم پھیلنے لگا۔ دل پر حبس سا بڑھنے لگا۔ ارسلہ کی ہنسی میں چھپی محرومی اس کا دل مسوسنے لگی۔ اس کے دل کا کرب اسے اپنے دل پر تپتا محسوس ہونے لگا۔ اور ایک دوست ہونے کے ناتے وہ اس سے شدید ہمدردی محسوس کر رہا تھا۔ اس کی خوشی کے لیے وہ کچھ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے سوچا وہ کراچی پہنچ کر سب سے پہلے آبص سے رابطہ کرنے کی کوشش کرے گا، ہر ذرائع استعمال کرے گا اور آبص کو ارسلہ کے سامنے لائے گا۔ وہ ایسے ارسلہ کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا۔ اسے یونہی تڑپتے سلگتے نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

یکدم سوچوں کے تانے بانے بنتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ وہ ہوٹل سے دور خاصی چڑھائی چڑھ گیا ہے۔ وہ پلٹ کر اترائی کی طرف چلنے لگا کہ اچانک اس کی نگاہیں ایک کیفے کے باہر رکھیں کرسیوں پر جا پڑیں۔ ایک الگ تھلگ کرسی پر آبص بیٹھا سگریٹ کے مرغولے بنا کر فضا میں چھوڑتا ہوا نظر آیا۔ پہلے تو اسے لگا اس کا وہم ہے۔ مگر وہ ذرا سا آگے آیا تو اسے یقین آنے لگا آبص دھوئیں کے ہلکے مرغولے میں گہری سنجیدگی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نگاہیں سڑک پر مرکوز تھیں مگر چہرے سے لگ رہا تھا اس کا ذہن کہیں اور بھٹک رہا ہے۔ وہ ارد گرد سے بے نیاز دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی خوب صورت آنکھیں کسی بھی حسین نظارے سے متاثر دکھائی نہ

www.zemtime.com

دے رہی تھی بلکہ اپنے ہی اندر کے کسی انتشار اور اضطراب کی تصویر دکھائی دے رہی تھیں۔
آبص کا یہاں دکھائی دینا کسی معجزے سے کم نہ تھا۔ لگن سچی ہو تو منزل مل جاتی ہے اور اب آبص کو دیکھ کر اسے اپنی لگن کے سچے ہونے کا ثبوت مل گیا۔ اس کے قدم تیزی سے آبص جانب اٹھنے لگے۔
"السلام علیکم"
سکندر کی آواز پر وہ یوں چونکا اور ہڑبڑایا جیسے اسے کسی نے گہری نیند سے جھنجوڑ دیا ہو۔ گرتی سگریٹ کو اس نے جلدی سے دوبارہ انگلیوں میں دبایا اور حیرت سے سکندر کو دیکھا
سکندر کے لبوں کی تراش میں آشنا مسکراہٹ تھی۔ وہ ابرو اچکا کر خالی کرسی کی طرف سے اشارہ کرتے ہوئے بولا
"یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔ آپ کو یہاں دیکھ کر حیرت کے ساتھ خوشی ہوئی۔"
آبص اپنی حیرت سمیٹ چکا تھا ہلکے سے جوابی مسکراہٹ اچھالی اور سگریٹ بجھا کر ایک طرف پھینک دی۔ اور مصافحہ کے لیے اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔
"خوشی ہوئی مجھے بھی" ایک روایتی سا جملہ "یہاں کیسے"؟
سکندر ہنس دیا۔ "ہاں عجیب اتفاق ہے۔ ہمارا ہنی مون پریڈ"۔ وہ مسکرایا۔ مسکراہٹ میں خفیف سی شوخی بھی تھی۔ آبص ابرو چکا کر رہ گیا۔
"کانگریچولیشن"۔
"تھینک یو۔ مگر آپ یہاں کیسے..... آئی مین۔ اکیلے۔ ارسلہ بھی ہمراہ ہے کیا"۔ سکندر انجان بنتے ہوئے پوچھنے لگا۔ سکندر کی نگاہوں میں کچھ تھا یا آبص کے اپنے دل کا چور۔ وہ سٹپٹا سا گیا۔
"میں اسلام آباد آیا تھا بزنس میٹنگ کے سلسلے میں۔ بس یونہی ادھر نکل آیا"۔ دوسرے پل وہ اعتماد سے بولا۔ "میں اکثر یہاں آتا رہتا ہوں۔ مری میں رہنا مجھے اچھا لگتا ہے۔ یہاں کا انوائرمنٹ مجھے سوٹ کرتا ہے۔ یہاں آکر میں خود کو بے حد پرسکون محسوس کرتا ہوں۔ تمہیں یہاں دیکھ کر خوشی ہوئی" اس نے ہلکی سانس بھری۔ "چائے منگواؤں۔ یہاں کی چائے بہت عمدہ ہوتی ہے۔" وہ بے تکلفی سے بولا۔ کسی دیرینہ دوست کی طرح۔
"نہیں شکریہ۔ وائف کو ہوٹل میں چھوڑ آیا ہوں۔" سکندر بولا
"ارے کیوں"؟
"اس کی طبیعت کچھ خراب ہو گئی ہے۔ فلو وغیرہ کا اٹیک ہوا ہے۔ چائے میں اس کے ساتھ ہی پیتا ہوں۔ اگر یہاں پی لی تو دوسرا کپ لذت نہیں دے گا۔ اور میں پوری لذت کے ساتھ اس کے ہمراہ چائے پینا چاہوں گا"۔
سکندر کی بات پر اس نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا۔ سکندر اسی کو دیکھ رہا تھا۔ نظریں ملنے پر وہ نظریں چرا گیا اور عجلت میں کرسی دھکیل کر اٹھتے ہوئے بولا "مجھے جانا ہے ذرا ضروری کام یاد آ گیا ہے۔ پھر ملیں گے"۔ اس نے بے روح قسم کی مسکراہٹ سکندر کی جانب اچھال دی۔
"میرا نہیں خیال کہ آپ مجھ سے پھر ملنا چاہیں گے۔" سکندر ہلکے سے ہنسا۔
آبص نے نا سمجھ آنے والے انداز میں اس کی جانب دیکھا
"آپ اپنے گھر جائیے۔ آپ کے پیچھے بہت کچھ بدل گیا ہے۔ آپ شاید نادیہ شاہ کا غم غلط کرنے یہاں چلے آئے ہیں۔ مگر بہت سے غم اپنے پیچھے بھی چھوڑ آئے ہیں۔ مر جانے والوں کے لیے رو رہے ہیں اور وہاں سب آپ کے لیے رو رہے ہیں۔ نادیہ شاہ تو واپس نہیں آسکتی ہے۔ مگر آپ تو زندہ ہیں۔ جو امید لگائے بیٹھے ہیں

www.zemtime.com

ان کی امیدیں پوری کر سکتے ہیں۔ خوش دینے سے ملتی ہے، غم بانٹنے سے ختم ہوتا ہے آبص" سکندر یہ کہتے ہوئے کرسی کے ہتھے پر دباؤ ڈالتے ہوئے کھڑا گیا۔

ادھر آبص۔ سکندر کی باتوں پر لڑکھڑا سا گیا تھا۔

"مطلب۔ نادیہ شاہ کو تم کیسے جانتے ہو اور اسے کیا ہوا ہے۔ میرا مطلب ہے وہ کہاں چلی گئی ہے؟۔ اس کے انداز میں بے قراری تھی۔ سکندر کی باتوں نے اسے الجھا دیا۔ وہ سکندر کے نزدیک آیا۔ "تم نادیہ شاہ کو جانتے ہو؟

"نہیں۔" سکندر نے اسے بغور دیکھتے ہوئے سر نفی میں ہلایا۔ "ارسلہ سے ہی ذکر سنا تھا اور یہاں آنے سے پہلے آپ کی کوٹھی سے ہی علم ہوا کہ نادیہ شاہ کا انتقال ہو گیا ہے۔"

"واٹ"۔ آبص کو لگا کوئی چٹان یکدم زمین کی سطح سے اکھڑ کر اس کے اوپر آ گری ہو۔ وہ شل اعصاب کے ساتھ سکندر کو دیکھتا رہ گیا۔

وہ اپنے اپارٹمنٹ میں لوٹ کر آیا تو اسے لگا وہ اندر باہر سے بالکل خالی ہو گیا ہو۔ سکندر کا ملنا یوں مری کے روڈ پر اور اسے نادیہ شاہ کی موت کی اندوہناک خبر دینا، اس کا دل و دماغ اب تک قبول نہیں کر پا رہا تھا۔ وہ کل ہی تو پنڈی سے اسلام آباد اور پھر آج مری پہنچا تھا۔ اس کا دل اکتا گیا تھا۔ مغرب کے حبس زدہ موسموں سے۔ وہ مری میں سکون کی تلاش میں چلا آیا تھا۔ یہاں آ کر بھی اس نے راز ہی رکھا تھا گھر والوں سے۔ اس نے اپارٹمنٹ کے گارڈ کو سختی سے سمجھا دیا تھا کہ وہ اکبر جیلانی اور مہوش کو ہرگز اس کی یہاں موجودگی کا نہ بتائے۔ مگر یہاں پہنچ کر سکون تو گویا سکندر کی دی گئی اس خبر نے دل سے کھینچ کر پھینک دیا تھا۔ ایک آگ لگا دی تھی اس کے دل کی دنیا میں۔ وہ یوں گہرے اندھیرے میں خود کو کھڑا پا رہا تھا جہاں ایک دیا تک نہ ہو۔ جھلستے تھپیڑے تھے۔

وہ مخمل سا صوفے پر گر گیا۔ پھر اسے پتا ہی نہ چلا وہ رات بھر اسی پوزیشن میں پڑا رہا۔ صبح اٹھتے ہی وہ سکندر کی تلاش میں نکل پڑا۔ مگر سکندر اسے نہ ملا۔ اس کا کوئی اتا پتا کوئی کنٹیکٹ نمبر بھی نہ تھا۔ وہ عجیب پاگلوں کی طرح مری کی سڑکوں پر گاڑی دوڑاتا رہا۔ پھر مایوس ہو کر ڈھلتی شام اپارٹمنٹ میں لوٹ آیا۔

☆☆☆

اریبہ کی طبیعت بہتر ہوئی تو دونوں نے سوات کا رخ کر لیا۔ سکندر پچھتا رہا تھا کہ اس نے آبص کا اتا پتا نہیں لیا نہ اس کے اپارٹمنٹ کا ایڈریس۔ وہ تو نادیہ شاہ کی موت کی خبر سن کر ہی اتنا جذباتی ہو گیا تھا کہ سکندر گھبرا گیا۔ ارسلہ کے متعلق بات ہی نہ کر پایا۔ اسے اتنا دل گرفتہ اور صدمے سے چور دیکھ کر سکندر کو ارسلہ کی محرومی پر رنج ہوا۔ وہ تو آبص کے دل کے کسی کونے میں بھی موجود نہیں تھی۔ وہ متاسف تھا اور اب اس بات پر افسوس کر رہا تھا کہ وہ آبص کا پیچھا کر کے اس کی رہائش گاہ ہی دیکھ لیتا۔ مگر اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ سوات سے واپسی پر مری کا چکر ضرور لگائے گا ہو سکتا ہے آبص مل جائے

دور افق پار چمکتی ہوئی قطرہ قطرہ
گر رہی ہے تیری دل دار نظر کی شبنم
اس قدر پیار سے اے جان جہاں رکھا ہے
دل کے رخسار پہ اس وقت تیری یاد نے ہاتھ
یوں گماں ہوتا ہے گرچہ ہے ابھی صبح فراق
ڈھل گیا ہجر کا دن، آ بھی گئی وصل کی رات

وہ نڈھال سی بیڈ کے کونے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی۔ وہ ابھی مہوش اور رومی کے ہمراہ رومی کے

www.zemtime.com

سسرال سے لوٹی تھی۔ رومی کے سسرال میں آج ان سب کو رات کے کھانے کی دعوت تھی۔ خاصی شاندار دعوت رکھی تھی۔ وہ لوٹ کر آئی تو ایک پژمردگی اور اداسی اس کے دل و جان پر محیط ہو گئی تھی۔ خواب گاہ کی ویرانی اور دل کی اداسی نے عجیب فضا پیدا کر دی تھی۔ وہ اٹھی اور بے دلی سے کپڑے بدل کر آئینے کے سامنے آئی تو نظریں سونی سونی کلائیوں پر پڑیں۔ کھنکھناتی سنہری چوڑیوں سے ہمہ وقت بھری رہنے والی سفید چمکتی گداز کلائیاں بالکل سونی اور بے رونق دکھائی دے رہی تھیں۔ ایسا نہیں تھا کہ اس کے پاس چوڑیاں کنگن یا سونا نہیں تھا۔ بس دل کے اندر جذبے ہی نہ رہے تھے ہر شے سے دل اچاٹ ہوتا جا رہا تھا۔ چوڑیاں چبھنے سی لگی تھیں۔ گلے کے نیکلس کانٹے کی طرح سے محسوس ہوئے تھے کلائیوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے وہ تلخ دن یاد آ گیا جب آبص سے ضد کر کے لڑ جھگڑ کر اس نے گولڈ کی بارہ چوڑیاں اور دو کنگن بنوائے تھے۔ ایک بدمزا سی رات تھی مگر فقط آبص کے لیے۔ وہ اس سے ناراض تھا مگر اسے مطلق پروا نہ تھی اس کے لیے تو یہ فتح کی رات تھی جشن کی رات تھی۔ گولڈ کا سیٹ اور چوڑیاں کنگن پہن کر آ گئے تھے اس کی خوشی کا ٹھکانا نہ تھا۔ وہ پہن کر آبص کو دکھا رہی تھی اسے آبص کی ناگواری، ناراضی دل گرفتگی کی فکر نہ تھی۔ وہ چوڑیوں کے ڈیزائن میں الجھی ہوئی تھی، اس کا وزن ناپ رہی تھی کہیں جیولرز نے ڈنڈی تو نہیں ماردی وزن میں۔ آبص اس کے بارے میں کیا سوچ رہا تھا۔ اسے لالچی، خود غرض اور بے رحم سمجھ رہا تھا اسے بالکل بھی پروا نہ تھی بس اس کے لیے اپنے منہ سے نکلی خواہش اہم تھی۔

"کتنے زبردست ہیں نا کنگن۔ دیکھیں تو"۔ وہ کنگن میں الجھی تھی آبص کی نگاہوں سے الجھنا اس نے کہاں سیکھا تھا۔ وہ چپ چاپ سگریٹ کے مرغولے بنا بنا کر فضا میں چھوڑتا رہا۔ اور اسی دھوئیں کے ساتھ اپنا غصہ بھی اڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"یہ سب میرا خواب ہے آبص، کہ میرے پاس ڈھیر سارا گولڈ ہو۔ ہر طرح کی ہر ڈیزائن کی جیولری۔ اور ڈھیر سارے کنگن۔ اماں نے تو کبھی ایک تنکا بھی بنا کر نہیں دیا تھا"۔ وہ بے دھیانی میں اپنی محرومی کا غم بھی کھول گئی آبص نے شاید کوئی سخت جملہ طنزیہ فقرہ کہتے کہتے خود کو روک دیا تھا اور فقط ہلکی سی سانس بھر کر رہ گیا۔

(کبھی کبھی بچپن کی محرومیاں بڑا ظالم بنا دیتی ہیں انسان کو)

"آپ کا تو منہ ہی پھول گیا ہے جو ذرا تعریف کے دو لفظ ہی بول دیتے۔ اب آپ کی مسز ہو کر اتنی چھوٹی چھوٹی خواہشیں بھی پوری نہیں کر سکتی کیا۔ آبص کو ایک نظر دیکھ کر شکوہ زبان پر آ ہی گیا پھر دھیان دوبارہ جیولری کی طرح چلا گیا۔"

"دیکھیں میری کلائیوں میں کتنی جچ رہی ہیں یہ"۔ وہ آئینے کے سامنے رخ کر کے کلائیاں اونچی کر کے دیکھنے لگی پھر نیکلس گلے میں ڈال کر اپنی شفاف اور گداز گردن پر سیٹ کر کے اور پلٹ کر داد طلب نظروں سے ایک بار پھر آبص کی طرف دیکھا۔

"اچھی لگ رہی ہیں۔ مگر اس میں تمہاری ضد شامل نہ ہوتی اور میری خواہش شامل ہوتی تو شاید زیادہ حسین لگتیں تم۔" وہ آہستگی سے بولا اور تکیہ سیدھا کر کے لیٹ گیا۔

"ضد نہ کرتی تو آپ کبھی بھی نہیں بنا کر دیتے"۔ وہ کنگن احتیاط سے کلائیوں سے اتارنے لگی اور باکس کھول کر اس میں ایک ایک کر کے رکھنے لگی۔

آبص۔ بے زاری سے کروٹ بدل گیا۔ وہ کتنی دیر تک وارڈ روب کھولے کھٹر پٹر کرتی رہی۔ وہ ضبط کے مرحل سے گزرتا رہا۔ صبح اس کو اہم میٹنگ اٹینڈ کرنی تھی، نیند اس کی آنکھوں میں بھری پڑی تھی مگر وہ تو اپنی دنیا میں مگن تھی۔

"پلیز ارسلہ۔ مجھے نیند آ رہی ہے لائٹ آف کر دو۔" وہ بالآخر پھٹ پڑا۔

www.zemtime.com

ارسلہ نے ناراض ہو کر گردن موڑ کر اسے دیکھا پھر کھٹ سے دراز بند کر کے وارڈ روب کے پٹ بند کر دیے اور بتی بند کر دی۔

"لیجیے اب سو جائیے۔ میری تو اتنی سی خوشی بھی آپ سے دیکھی نہیں جاتی"۔ وہ بڑبڑاتی اپنی جگہ پر آ کر لیٹ گئی اور آبص کی طرف سے کروٹ لے لی۔

یکدم وہ ماضی کی اس تلخ رات کی تلخی کا ذائقہ اپنے ہونٹوں پر محسوس کرنے لگی اس کی آنکھوں کی جھیلوں میں نمی کے قطرے تیزی سے جھلملانے لگے۔

مجھے معاف کر دینا آبص۔ میں ہمیشہ تمہارے خلاف چلتی رہی۔ اپنی خواہشوں کے پیچھے بھاگتے تمہیں کہیں پیچھے چھوڑ آئی۔ بلکہ نہیں میں بہت پیچھے رہ گئی۔۔ تم بہت دور نکل گئے۔ بہت دور۔

وہ تکیے پر سر رکھ کر کھل کر رونے لگی۔

عجیب بات ہے اب مجھے کسی شے کی طلب نہیں رہی۔ بس تمہاری موجودگی کا احساس دل پر ہر لمحہ ہریالی چھایا رہتا ہے۔ شاید جدائی ہی محبت بیدار کرتی ہے۔ جدائی کی تلخی اور کڑواہٹ رشتوں کی مٹھاس کا احساس دلاتی ہے۔

آج سب کچھ ہے بس ایک تم نہیں ہو تو لگتا ہے کہ کچھ بھی نہیں ہے، ہر شے کا رنگ اڑ گیا ہے ہر خواہش پھیکی اور بے نور ہو گئی ہے۔ زندگی سے ولولے، امنگ ختم ہو چکی ہے۔

ٹھیک ہی کہتی تھیں نیلو آپا۔ انسان کے لیے انسان قیمتی ہوتا ہے چیزیں نہیں۔ یہ تو بے رنگ ہوتی ہیں، بے خوشبو ہوتی ہیں ان پر تو جب انسان ہاتھ رکھتے ہیں تب رنگ پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو توجہ دی جائے تب خوشبو پیدا ہوتی ہے۔ خوشبو، مٹھاس، رنگ، نور، ترنگ، محبت ہی کے لمس میں پوشیدہ ہے۔

وہ ایک بار پھر اندر سے ٹوٹنے لگی۔ ہر خیال، ہر سوچ اب پچھتاوے میں اضافہ ہی کر رہی تھی۔ اس نے سوچا وہ اپنے خوابوں اور بے جا خواہشوں اور نادانیوں کی سزا بھگت رہی ہے اور جانے کب تک بھگتی رہے گی۔

اس نے یونہی بھیگی پلکیں موند لیں۔ اتنی نڈھال ہو رہی تھی کہ کپڑے بھی بدلنے کا یارا نہ تھا۔

اداس موسم کے رت جگوں میں
ہر ایک لمحہ بکھر گیا تھا
ہر ایک رستہ بدل گیا تھا
پھر ایسے موسم میں کون آئے؟
کوئی تو جائے
تیرے نگر کی مسافتوں کو سمیٹ لائے
تیری گلی میں ہماری سوچیں بکھیر آئے
تجھے بتائے کہ کون کیسے
اچھالتا ہے وفا کے موتی
تمہاری جانب
کوئی تو جائے
میری زبان میں تجھے بلائے
تجھے منائے
ہماری حالت تجھے بتائے

www.zemtime.com

تجھے رلائے
تو اپنے دل کو بھی چین آئے

☆☆☆

وہ حمزہ کے ساتھ نادیہ شاہ کی قبر پر بیٹھا تھا۔ وہ یہاں پہنچا تھا اور نادیہ کے گھر آیا تو حمزہ سے ملاقات ہوگئی۔ اور کوئی گھنٹہ پھر بعد وہ حمزہ کے ہمراہ اب نادیہ شاہ کی قبر کے پاس دل گرفتہ بیٹھا تھا۔ آنسو اب بھی رہ رہ کر اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

''اسے تمہارے آنسوں کی نہیں۔ تمہاری دعاؤں کی ضرورت ہے۔

حمزہ جو ایک پتھر پر بیٹھا کب سے اسے روتے دیکھ رہا تھا، اٹھ کر اس کے نزدیک چلا آیا۔

نہ میرے نہ تمہارے آنسوؤں کی اسے ضرورت نہیں۔ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم کتنے تڑپ رہے ہو۔ اور تڑپ بھی رہے ہو یا نہیں۔ اس سے کتنے وفادار ہو اور تھے۔ اور اب بیٹھ کر اس کی یاد میں آنسو بہاتے ہو یا تارے گنتے ہو۔ اس کی روح ان تمام باتوں سے بے نیاز ہو چکی ہے۔ اسے تو فقط اس کے حق میں پہنچے ہمارے کلمات اور دعائیں کام آنے والی ہیں باقی سب بے معنی ہے''۔ حمزہ اس کی پشت پر آ کر کھڑا تھا۔

وہ قبر کی ریتیلی مٹی پر ہاتھ پھیر رہا تھا یوں جیسے اسے دھیرے دھیرے سہلا رہا ہو۔

''ہاں۔ جانتا ہوں''۔ وہ ضبط کرتے ہوئے سر ہلانے لگا۔ ''میرا اس سے ایسا کوئی تعلق نہیں تھا کہ اس کی میت کو کندھا دیتا یا اس کا آخری دیدار کر سکتا۔ بلکہ میں اس قابل ہی نہیں تھا ایک بزدل مرد ہوں صرف محبت کے دعوے ہی کر سکتا تھا''۔ وہ آنسو پونچھتا ہوا نڈھال انداز میں اس کی قبر کے نزدیک سے اٹھا تاہم نظریں ہنوز اس کی قبر پر جمی تھیں۔

''خدا اس کی مغفرت فرمائے''۔ حمزہ نے اس کے کندھے پر ہلکے سے تسلی آمیز انداز میں ہاتھ رکھا۔ ''اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔'' اگر اس کی قدر اور محبت تمہارے دل میں ہے اور اس محبت کی عزت کو قائم دائم رکھنا چاہتے تو تو نادیہ کی کہی بات پر عمل کرو۔ ارسلہ کی طرف لوٹ جاؤ''۔ حمزہ کی تھپکی میں اس کے لہجے جیسی تنبیہہ تھی۔ ''میں نے تمہیں بتا دیا ہے کہ اس کی یہی خواہش تھی کہ تم ارسلہ کے ساتھ ایک پرسکون خوشگوار زندگی شروع کرو۔ اسے اس کا حق دو۔ ہاں اگر تم چاہو تو تمہیں اس کے موبائل پر موجود میسج دکھا دوں اگر تمہیں یقین نہیں آ رہا ہے تو۔

آبص تڑپ کر پلٹا۔ اس کی آنکھ کی سرخی بڑھنے لگی

''مجھے یقین ہے تمہاری ہر بات پر۔ میں نادیہ کو خود سے بھی زیادہ جانتا ہوں۔ وہ ہر قربانی دے سکتی تھی میرے لیے۔ اور دے بھی دی''۔ وہ شدید دل گرفتگی کا شکار تھا۔

''تو پھر اس قربانی کو رائیگاں مت جانے دینا'' حمزہ نے کہا تو آبص کے دل پر چوٹ سی پڑی۔ اس کے دل پر چھایا غبار گہرا ہونے لگا۔ اور آنکھوں میں مرچیں سی لگتی محسوس ہونے لگیں۔

''کچھ وقت کی روانی نے ہمیں یوں بدل دیا محسن
وفا پر اب بھی قائم ہیں مگر محبت چھوڑ دی ہم نے

وہ دونوں چلتے ہوئے قبرستان کی حدود سے باہر آ گئے۔ حمزہ کی سوک ایک طرف کھڑی تھی۔

''مجھے امید ہے تم نادیہ کی خواہش کا احترام کرو گے۔ اور یوں بھٹکنے کے بجائے درست راستے کا تعین کرو گے۔'' گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے حمزہ نے اس کی طرف دیکھا جو فرنٹ سیٹ پہ بیٹھ چکا تھا اور سیٹ کی پشت پر سر ٹکا کر اپنی جلتی آنکھیں بند کر لی تھیں۔

www.zemtime.com
ZEM Time SINCE 2014

''آنکھیں بند کر لینے سے حقیقت نہیں چھپتی۔ بلکہ اور زیادہ واضح ہو کر دکھائی دینے لگتی ہے''۔ حمزہ کا لہجہ ناصحانہ تھا۔ وہ اسے درست راستہ دکھانا چاہ رہا تھا۔ وہ راستہ جو اس کی منزل کی طرف جاتا تھا۔ مگر وہ آبص کی ذہنی حالت سے اچھی طرح واقف نہیں تھا۔ وہ آنکھیں بند کیے چپ چاپ بیٹھا تھا۔ اسے اپنا آپ بالکل خالی خالی لگ رہا تھا۔ دماغ کے سبھی راستے بند محسوس ہو رہے تھے کوئی سوچ کوئی خیال نہیں تھا۔ وہ بس کھل کر رونا چاہ رہا تھا مگر لگ رہا تھا آنکھیں آنسوؤں کا بوجھ نہیں سہار سکتی تھیں۔ دل میں ایسی آگ لگی محسوس ہو رہی تھی جیسے کسی جنگل کو آگ نے پکڑ لیا ہو اور تڑاتڑ ہر چیز اس آگ کی نذر ہو رہی ہو۔

وہ چپ کی دہکتی بھٹی میں سلگتا رہا۔ حمزہ نے اس سے پوچھا کہ اسے کہاں ڈراپ کرے تو وہ پہلے تو خالی نظروں سے حمزہ کو دیکھتا رہا پھر ہلکی سانس بھر کر گاڑی کے شیشے سے باہر نظر دوڑائی اور ہاتھ کا اشارہ کر کے گاڑی رکوا دی۔

''بس یہیں پلیز۔ میں ٹیکسی کر لوں گا''۔

حمزہ نے قدرے حیران ہو کر اسے دیکھا تاہم سر ہلا کر گاڑی روک دی۔ وہ اس کا کوئی بے تکلف یا دیرینہ دوست نہیں تھا کہ حجت کرتا، اس سے الجھتا یا ضد کرتا۔

گاڑی رکی تو آبص شکریہ ادا کر کے نیچے اتر گیا۔ حمزہ نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

آبص کچھ دیر یونہی کھڑا رہا۔ پھر سڑک کنارے دھیرے دھیرے چلنے لگا۔ اس کے قدم یوں اٹھ رہے تھے جیسے وہ کسی فٹ پاتھ پر یا سڑک کے کنارے نہیں بلکہ اپنے گھر کے باغیچے میں چہل قدمی کر رہا ہو ارد گرد سے بیگانہ۔ قدم بوجھل تھا۔ اس کے اندر ہو عالم تھا۔ ایک جامد سناٹا بکھرا ہوا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا وہ دنیا سے نکل کر کسی اور جہاں پر جا پہنچا ہو جہاں ویرانہ ہی ویرانہ ہو۔

نزدیک ٹیکسی رکی تو وہ چونکا۔ پھر سر ہلا کر اسے رکنے کو کہا اور ایڈریس سمجھانے لگا۔ وہ ایک مقامی ہوٹل میں ٹھہرا تھا۔ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ کراچی پہنچ کر جیلانی ہاؤس کیوں نہیں جا رہا ہے، ہوٹل کا کمرہ کیوں بک کروایا ہے۔ کس سے خوف زدہ تھا۔ ارسلہ سے خود سے یا نادیہ شاہ کی یاد سے۔ کچھ بھی تھا نادیہ شاہ کی موت نے اسے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس کے اعصاب بکھیر دیے تھے اور اب خود کو سنبھالنے کے لیے بہت بڑی قوت ارادی کی ضرورت تھی۔

☆☆☆

جیلانی ہاؤس میں رومی کے سسرال والوں کی دعوت رکھی گئی تھی مہوش صبح سے مصروف تھیں۔ رومی اپنی سروس کے لیے پارلر چلی گئی تھی۔ مہوش نے ارسلہ سے بھی اصرار کیا کہ وہ بھی پارلر چلی جائے مگر اس نے انکار کر دیا۔

''تم ایسی تو نہیں تھیں ارسلہ۔ کیا ہوتا جا رہا ہے تمہیں۔ اپنے آپ کو بھولتی جا رہی ہو تم''۔ مہوش نے اس کے اجاڑ حلیے پر تنقید کرتے ہوئے حیرت ظاہر کی۔ ''آبص کے ہونے نہ ہونے سے تمہیں کبھی فرق نہیں پڑا تھا تو اب کیا ہے''۔

''تب وہ دور نہیں تھے پاس ہی تھے۔ ان کی ہونے کے اہمیت کا اندازہ کیسے ہوتا۔ جب تک وہ شے، وہ لگژری ہم سے چھین نہ لی جائے''۔ وہ افسردگی سے ہنسی۔ میٹھے کی طلب تو اس وقت بڑھ جاتی ہے جب کڑوا ذائقہ منہ میں آ جائے۔ ورنہ میٹھا ہی کھاتے رہو تو میٹھے کا مزا بھی کڑوا ہو جاتا ہے''۔

مہوش کی نگاہوں میں پھیلی حیرانی حد سے سوا تھی۔ یہ باتیں ارسلہ کر رہی تھی۔ تب وہ ان کی حیرت جان کر ہلکے سے سر ہلا کر مسکرائی۔

www.zemtime.com

''شعور کا دروازہ کھلنے کے لیے لمحہ چاہیے ہوتا ہے۔ اور وہ لمحہ کبھی سالوں میں بھی نہیں آتا اور کبھی لمحوں میں آجاتا ہے۔ آپ حیران ہو رہی ہیں نا میرے منہ سے یہ باتیں سن کر''۔

''ہاں۔ بالکل''۔ مہوش نے گردن ہلا دی۔ تمہیں تو میں پڑھی لکھی جاہل سمجھتی تھی۔ ایک بے رحم اور فقط لالچی اور خود غرض عورت۔ معاف کرنا۔ تمہارے بارے میں میرے خیالات بھی اچھے نہیں رہے تھے''۔ مہوش صاف گوئی سے بولیں۔

ارسلہ کے دل میں افسردگی کا دھواں پھیلنے لگا اور اس کی رگ رگ کو چھونے لگا۔ اسے افسوس ہونے لگا کہ اس نے کبھی یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی کہ کوئی اس کے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے۔

''سوری۔ مجھے کہنا تو تو نہیں چاہیے تھا مگر میری زبان سے نکل گیا''۔ مہوش نزدیکی صوفے پر بیٹھ گئیں۔ ارسلہ کے چہرے پر پھیلی سرخی نے انہیں ذرا سا شرمندہ کر دیا۔

''میں نے اصل میں تمہاری بدلتی عادت۔۔۔''

''جانتی ہوں۔'' وہ ان کی بات پوری ہونے سے پہلے کاٹ گئی۔ ''میں نے برا نہیں منایا آپ کی کسی بات کا نہ اس رائے کا۔ جو میرے بارے میں رکھتی ہیں''۔

''رکھتی تھی۔'' مہوش جلدی سے تصحیح کرتے ہوئے بولیں۔ وہ اداسی سے مسکرا دی۔

''کبھی کبھی دوسروں کی رائے اپنے بارے میں سن لینا چاہیے۔ کوئی کوئی ہمارے لیے آئینہ بن جاتا ہے اور ہمیں اپنی صورت واضح دکھائی دینے لگتی ہے۔ وہ سارے داغ دھبے جو ہم خود نہیں دیکھ سکتے اپنی آنکھوں سے دوسروں کی آنکھوں کے شیشے میں واضح دکھائی دیتے ہیں۔ چشم پوشی کر کے ہم اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ اپنی ہی حقیقت کو بگاڑ دیتے ہیں۔ سنوارنے کے لیے تھوڑا سا دل مضبوط کرنا پڑتا ہے۔ میں بھی بس سیکھنے لگی ہوں۔ ان چند ہفتوں نے مجھے وہ سب سکھا دیا ہے جو میں شاید عمر بھر نہ سیکھ پاتی۔ غموں میں آزمائشوں میں خدا نے اتنی طاقت رکھی ہے کہ وہ آپ کو اندر باہر سے صاف کر دیتے ہیں''۔ وہ آنکھوں سے بہتے پانی کو پونچھتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔ پھر پلٹ کر لابی سے نکل گئی۔

مہوش چند لمحے حیران نگاہوں سے اسے دیکھتی رہیں۔ یہ سوچ کر مسکرا دیں کہ اچھی کتابوں کا اثر دکھائی دینے لگا تھا۔

وہ اسے اکثر شام کو کتاب پڑھتے اور مغرب کے بعد قرآن پڑھتے دیکھتی تھیں۔ آج سے چند دنوں پہلے تک اسے کبھی کبھار ہی نماز پڑھتے دیکھا تھا انہوں نے مگر اب باقاعدگی سے نہ صرف وہ نماز پڑھتی دکھائی دیتی' کبھی مغرب سے عشا تک قرآن کی تلاوت بھی کرتی۔ کبھی باغیچے کے کسی گوشے میں بیٹھ کر۔ تو کبھی ٹیرس کے ایک آخری کونے پر رکھے تخت پر بیٹھے۔

☆☆☆

''بچپن کی تربیت اچھی کی گئی ہو تو عمر کے کسی نہ کسی حصے میں ظاہر ہو ہی جاتی ہے۔'' رات مہوش اکبر جیلانی کے پاس بیٹھے ہوئے ارسلہ کی اس تبدیلی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

''ہاں۔ یہ بات تو درست ہے۔'' اکبر جیلانی نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔ میں سوچتا تھا کہ ارسلہ کے پیرنٹس تو بہت سیادے سے معصوم اور ایماندار قسم کے ہیں۔ بلکہ پورا گھرانہ ایک سلجھا ہوا اور تمیز دار ہے پتا نہیں یہ لڑکی ایسی کیوں تھی۔

''بس کبھی کبھی کسی انسان کے دل میں محرومیاں۔ قبضہ جما لیتی ہیں۔ بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ ان کے رنگ گہرے ہو جاتے ہیں اور پھر وہ محروم بچپن جوانی کی طاقت سے سب کچھ چھین لینا چاہتا ہے اپنی ہر محرومی کا بدلہ

www.zemtime.com

لینا چاہتا ہے۔"

"تم ارسلہ کو بڑا جاننے لگی ہو۔ بلکہ فیور کرنے لگی ہو اس کی۔ خیریت تو ہے۔ تبدیلی تو میں تمہارے اندر بھی دیکھ رہا ہوں۔" اکبر جیلانی سائڈ ٹیبل سے اپنا چشمہ اٹھاتے ہوئے اپنی نخریلی متکبر بیوی کو بڑے غور سے دیکھا۔ کئی دنوں سے جو بات سوچ رہے تھے زبان پر لے آئے۔

"ہاں۔ یہ تو ہے"۔ مہوش کے لبوں پر ایک آہ ٹھنڈی سانس کی طرح نکلی۔ وہ بیڈ پر بیٹھ گئیں اور پیروں سے سلیپر اتارتے اتارتے ارسلہ کی باتوں میں کھوسی گئیں۔

آج ارسلہ نے بڑی سمجھ داری کی باتیں کیں مجھ سے۔ میں تو حیران رہ گئی مگر میری بھی سمجھ میں آ گیا' بہت کچھ روشن ہو گیا اکبر۔ کبھی کبھی کسی لمحے، ہمیں ایسی باتوں کا ادراک ہو جاتا ہے جو سالوں میں بھی نہیں ہو پاتا۔ آبص کی دوری اور اس غم نے اسے وہ سکھا دیا جو وہ شاید عمر بھر نہ سیکھ پاتی۔ ٹھیک کہا اس نے غموں اور آزمائشوں میں بڑی طاقت ہے انسان کو بدل ڈالتی ہیں۔ اندر باہر سے صاف کر دیتی ہیں"۔ مہوش اکبر جیلانی کی حیرانی سے کھلی آنکھوں میں جھانک کر بولیں۔ "یہ سب ارسلہ نے ہی کہا ہے۔"

"ویری اسٹرینج" وہ ہلکی سانس بھر کر کندھے ہلکے سے اچکا کر رہ گئے پھر چشمہ آنکھوں پر جما کر کتاب کھولنے لگے جو ان کی رات کی ایکٹوویٹی تھی وہ ایک گھنٹہ مطالعہ ضرور کرتے تھے۔

نماز پڑھنے لگی ہے یہ تو مجھے پتا چلا تھا مگر اتنی سمجھ داری کی باتیں بھی آ گئی ہیں اسے۔ یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی۔ چلو خدا کرے اس کی دعائیں رنگ لے آئیں اور آبص کو سمجھ میں آ جائے وہ لوٹ آئے"۔

"آمین۔" مہوش کا رواں رواں دعا گو ہو گیا۔

اور ادھر ارسلہ نماز سے فارغ ہو کر قرآن پڑھنے کے بعد پرسکون بیٹھی تھی' اسے یقین ہونے لگا تھا کہ ان حالات کے پیچھے یقیناً قدرت کی کوئی مصلحت ہے۔ غموں اور آزمائشوں کے پیچھے بھی بندوں کی بھلائی پوشیدہ ہوتی ہے۔ اس کی سمجھ سے دیر سے آتی ہے مگر آتی ضرور ہے۔ وہ قرآن پاک کو نم آنکھوں سے لگا کر چوم کر جزدان میں لپیٹتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ اس نے قرآن پاک رکھ دیا اور یونہی کھلی فضا میں نکل آئی۔ باغیچے میں قرآن کے الفاظ' اس کی تاثیر اس کے ذہن میں تھی۔ کوئی ذہنی دباؤ نہ تھا۔ اسے افسوس ہونے لگا کہ اس کی ماں نے بچپن میں اسے قرآن پڑھایا ترجمہ پڑھایا۔ وہ اب تک بھولے کیوں بیٹھی تھی اور اتنے ہفتوں جو آبص کے غم رو رہی تھی۔ مضطرب تھی قرآن سے مدد کیوں نہ لی۔ اللہ کے آگے سجدہ ریز کیوں نہ ہو گئی۔

سکون تو بے شک اس کے ذکر میں ہے اس کی رضا پر راضی رہنے پر ہے۔

وہ باغیچے میں رکھے صوفوں کی قطار کی طرف چلی آئی۔ دعوت کے ختم ہونے کے بعد ابھی تک باغیچے میں سامان رکھا تھا۔ ملازم ایک طرف مستعدی سے سامان سمیٹ رہے تھے۔ وہ ایک سنگل صوفے پر بیٹھ گئی اور غیر دلچسپی سے انہیں کام کرتے دیکھنے لگی۔ پھر صوفے کی پشت پر سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔ جانے کتنی دیر گزر گئی یکدم ہڑبڑاتی نصیر کاکا کی کانپتی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔

ارے آبص میاں.....آ.....آپ.....!"

اس نے آواز پر آنکھیں کھولیں تو آبص پر پہلی نظر پڑی جو داخلی دروازے کے ساتھ لگی روش پر کھڑا تھا۔ نصیر کاکا اسے خود سے لپٹا رہے تھے۔

"آبص میاں! آپ آ گئے۔ آنکھوں کو یقین نہیں آ رہا ہے۔" نصیر کاکا کی آواز اور آنکھوں میں بے یقینی تھی' حیرت تھی۔ اس سے کہیں زیادہ وہ بے یقینی سے منظر دیکھ رہی تھی۔

"ہاں نصیر کاکا۔ آنا ہی تھا۔ زندگی بڑی ظالم ہے کہتی ہے مجھے میری مرضی سے گزارو۔" وہ ہلکے سے مسکرا کر

www.zemtime.com

نصیر کا کا کو تھپک رہا تھا یونہی قدم اٹھائے ارسلہ پر نگاہ پڑی جو از خود رفتہ سی صوفے سے کھڑی آبص کو دیکھے جا رہی تھی۔ یکدم تڑپ کر آگے بڑھی۔

تھوڑی دیر میں کوٹھی میں افراتفری ہو گئی خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ کسی ملازم نے آبص کے آنے کی خبر دے دی تھی پھر تو ایک حشر بپا تھا۔ مہوش اسے لپٹ لپٹ کر روئے جا رہی تھیں۔ اکبر جیلانی اور رومی کی خوشی کا ٹھکانا نہ تھا اور ارسلہ وہ جا کر بند ہو گئی تھی شاید بہت زیادہ خوشی کو سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا اپنے بیڈ کے کونے پر بیٹھی وہ رو رہی تھی، کبھی ہنس رہی تھی پھر ہنستے ہنستے رونے لگی۔ اسے تو ابھی تک یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ لوٹ آیا تھا۔ آبص اپنی خواب گاہ میں آیا تو دل کی دھڑکنوں میں ہلکا سا ارتکاش تھا جامد سناٹے میں جیسے کوئی آواز ابھری ہو وہ ذرا سا بوکھلا گیا تھا۔

ارسلہ ہزار بے قراریاں سمیٹے آنکھوں میں دید کی پیاس لیے فرش راہ کھڑی تھی۔ اسے دیکھ کر دوڑ کر اس کے سینے سے جا لگی مگر وہاں کوئی تڑپ کوئی رمق نہ تھی۔ ملن کی کوئی بے تابی نہ تھی۔ ایک سنجیدگی ایک سرد مہری دکھائی دے رہی تھی اس کی خوب صورت آنکھوں میں۔ مگر ارسلہ کو یہ دیکھنے کی فرصت ہی کہاں تھی وہ بس روئے جا رہی تھی اس کے سینے سے لگی۔ آبص نے آہستگی سے اسے خود سے جدا کیا اور صوفے پر بیٹھ کر جوتے اتار کر پیروں سے موزے کھینچنے لگا۔

''میں۔ میں اتار دوں۔'' ارسلہ اس کے قدموں میں بیٹھ گئی اور اس کے پیروں پر ہاتھ رکھا۔

آبص کا ہاتھ اپنے موزے پر رک سا گیا اور نظریں ارسلہ پر ''بہت تھکے ہوئے لگ رہے ہیں۔ سفر کی تھکن ہو گی نا۔'' وہ محبت لٹاتی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ اور اس کے موزے اتارنے لگی۔ یہ دھچکا ہی تھا جو آبص کو لگا تھا۔

''تم پوچھو گی نہیں کہ میں کہاں چلا گیا تھا اور کہاں سے آ رہا ہوں۔''

''نہیں۔ یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے آپ تھکے ہوئے ہیں۔'' وہ لگاوٹ سے بولی۔ آبص نے گھبرا کر اس کا ہاتھ روک دیا۔

''رہنے دو میں عادی نہیں ہوں تمہاری ان عنایتوں کا۔'' وہ ''مسکرایا پھر سر کو خفیف سی جنبش دے کر نظریں چراتے ہوئے بولا۔ ''مجھے اس طرح کے کام کسی سے کروانے کی عادت نہیں ہے۔ پلیز۔'' وہ موزے اتار کر جوتوں میں پھنسا کر اسٹک پر ہاتھ کا دباؤ ڈالتے ہوئے صوفے سے کھڑا ہو گیا۔

ارسلہ بھی اٹھ گئی اور اسے دیکھنے لگی۔ وہ اسٹک رکھ کر ایک طرف بیڈ پر دراز ہو گیا تھا کچھ تھکن ایسی ہوتی ہے جسے کوئی نہیں سمیٹ سکتا۔ اس تھکن کا بوجھ ہمیں خود ہی اٹھائے پھرتے رہنا ہوتا ہے۔ اس نے سوچا اور ارسلہ کے چہرے سے نظریں ہٹا لیں۔

''پلیز لائٹ بند کر دو۔ میں سونا چاہتا ہوں۔ شاید بہت تھک گیا ہوں۔'' وہ کروٹ بدل گیا۔ وہ دانستہ ارسلہ کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔ ہزاروں سوال یقیناً اس کی آنکھوں میں مچل رہے تھے۔ ایسی تڑپ جو اسے خوف زدہ کر رہی تھی۔

ارسلہ چند لمحے گومگو کی کیفیت میں کھڑی رہی پھر لائٹ بند کر کے بیڈ پر لیٹنے کے بجائے کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ یہی بہت تھا کہ وہ لوٹ آیا تھا۔ اس کے سامنے موجود تھا۔ وہ محبت پاش نظروں سے اس کی پشت کو تکنے لگی۔

☆☆☆

اس کی آنکھ کھلی تو وہ ہڑبڑا کر یکدم اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پہلے تو اسے لگا وہ قبرستان میں کھڑا ہے گھبرا کر نیم اندھیرے میں گھورنے لگا آنکھیں اندھیرے سے مانوس ہوئیں تو اس کمرے کے آخری کونے پر ارسلہ سفید چادر

www.zemtime.com

میں نماز پڑھتی نظر آئی۔ اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا۔ فجر کا وقت ہو چکا تھا۔ وہ خاصی حیرانی سے ارسلہ کو دیکھنے لگا۔ آج سے پہلے اسے فجر کی نماز پڑھتے اس نے تو کم از کم نہیں دیکھا تھا۔

حیرت کم ہوئی تو وہ تکیہ اونچا کر کے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور سگریٹ سلگا کر پینے لگا۔

وہ کل سے اب تک اسے حیران کیے جا رہی تھی۔ اس کا تو خیال تھا بلکہ اسے یقین تھا کہ وہ اسے دیکھتے ہی کسی چیل کی طرح جھپٹا مارے گی، اس کی عزت پر۔ خوب کوسنے دے گی۔ رو دھو کر شور مچا کر برا بھلا کہے گی اس کی اتنے دنوں کی غیر حاضری کے ایک ایک لمحے کا حساب مانگنے بیٹھ جائے گی۔ مگر یہاں تو اس کے اعصاب پر کچھ اور طرح کے ہی حملے ہو رہے تھے۔ وہ ایسی تو نہیں تھی جیسی دکھائی دے رہی تھی۔

وہ جائے نماز تہ کر کے پلٹی تو آبص کو یوں جاگتے پا کر اس کی طرف چلی آئی۔

''تھکن اتر گئی آپ کی''۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ مگر آبص کو لگا وہ طنز کر رہی ہے۔

''بہت گہری نیند آ گئی تھی شاید مجھے۔'' سگریٹ آبص ٹے میں بجھاتے ہوئے بولا۔

اس کا مطلب ہے تھکن بھی اتر گئی۔ وہ گھوم کر بیڈ کے دوسری طرف آئی اور تکیہ اونچا کر کے بیٹھ گئی۔

''تھکن نیند کی متقاضی نہیں ہوتی ارسلہ صاحبہ۔ بلکہ جسم سے کھال کی طرح لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔'' چاہتے ہوئے بھی الگ نہیں کر سکتے۔''

اس کے لہجے میں تلخی اتر آئی

''چند دن پہلے تک میں بھی یہی سمجھتی رہی تھی کہ تھکن کبھی نہیں اترتی۔ یہ بوجھ عمر بھر اٹھانا پڑ جاتا ہے مگر یہ ہم انسانوں کی کم علمی ہے۔ سچ کہوں آپ کے جانے کے بعد سکون میری زندگی سے بھی نکل گیا تھا آبص۔ بہت روئی''۔

''تم میرے لیے روئیں۔ یا اپنے تعلق کے خطرے میں پڑ جانے کے غم میں روئی تھیں۔'' وہ ہلکے سے ہنسا۔ اس کی ہنسی میں خود آزاری سی کیفیت تھی۔

مگر وہ برا منائے بغیر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولی۔

پہلے تو یہی غم کھائے جا رہا تھا مگر پھر آپ کی یاد آنے لگی اور لگا ہر شے بے معنی ہو کر رہ گئی ہو۔ وحشت نے گھیر رکھا تھا کوئی راستہ سجھائی نہ دے رہا تھا۔ لگتا تھا یکدم اندھیرے میں گم ہو گئی ہوں..... گھپ اندھیرے میں کہیں کوئی روشنی کی ایک کرن بھی نہیں۔ پھر یکدم راستہ سجھائی دینے لگا۔ روشنی دکھائی دینے لگی۔ یوں لگا اندھیرے کا دم گھٹ گیا ہو۔ صاف اور واضح راستہ دکھائی دینے لگا ہو۔ سکون قلب میں اترنے لگا۔''

''کیسا راستہ۔ کون سی روشنی'' وہ مضطرب ہو گیا اور اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ ''سکون قلب''۔ وہ ہلکے سے بولا پھر ہلکی سانس کھینچی (آسودگی اور طمانیت تو دل کے ہر کونے سے تو کیا زندگی سے ہی شاید نکل چکی ہے) اس کے دل میں ہوک سی اٹھی۔

ارسلہ کہہ رہی تھی۔

''آبص! مجھے اب پتا چلا کہ میں جس خوشی کو چیزوں میں ڈھونڈ رہی تھی، سونے اور اونچی کوٹھیوں میں ڈھونڈ رہی تھی وہ تو مجھے ایک سجدے میں ملا ہے' ان نمازوں اور اس پاک کتاب کی تلاوت میں ملا ہے۔ یقین کریں مجھے صبر آنے لگا۔ میرا دل سکون پانے لگا۔''

آبص ارسلہ کی باتوں کو توجہ سے سن رہا تھا اس کی حیرانی سوا تھی۔

ارسلہ کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا مگر لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ وہ اٹھنے لگی کہ آبص نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

وہ آبص کو دیکھنے لگی۔

''مجھ سے شکایت کوئی شکوہ کچھ نہیں کرو گی۔ تمہارے ساتھ اتنی ناانصافی کی ہے میں نے۔ تم اپنی جگہ غلط

www.zemtime.com

تھیں یا نہیں۔ اس سے قطع نظر میں نے تمہارے ساتھ چیٹ کیا۔ اپنے دل میں کسی اور لڑکی کو بسا کر رکھا۔ دھوکا دیتا رہا تمہیں۔ تم نے تو کم از کم اپنے دل میں کسی غیر تصویر تو نہیں رکھی تھی۔ تمہارا جرم قابل معافی ہے ارسلہ۔ تمہارے خواب اور خواہشات تو جرم نہیں تھیں' میں تو بے وفائی کا مرتکب ہوتا رہا ہوں۔ بہت بڑا مجرم ہوں۔'' وہ آزردگی سے کہہ رہا تھا۔ اک ندامت آمیز افسردگی اس کے دل کو جکڑے ہوئے تھی۔

ارسلہ کا ہاتھ اس کے ہاتھ کی مضبوط گرفت میں کانپ سا گیا اس کے دل پر ضرب پڑی تھی۔

''بسا کر رکھا تھا یار کھا ہے۔'' وہ بے ارادہ پوچھ بیٹھی دوسرے پل سٹپٹا کر اس کے ہاتھ کی گرفت سے ہاتھ کھینچ لیا۔

''مجھے کوئی شکایت نہیں ہے آپ سے۔ یہی بہت ہے آپ لوٹ آئے ہیں۔''

آبص نے کچھ کہنا چاہا مگر وہ رکی نہیں اور کمرے سے باہر نکل گئی' اس کا رخ ٹیرس کی طرف تھا۔

☆☆☆

مہوش ارسلہ کو کچن میں صبح سے مصروف دیکھ رہی تھیں بالآخر رہا نہ گیا' پیار سے ڈپٹنے لگیں۔

''یہ تم کچن میں کیوں لگی ہوئی ہو، ملازم کس لیے ہیں۔''

''میرا دل چاہ رہا تھا کہ لنچ آج میں بناؤں۔ مجھے اچھا لگ رہا ہے۔ وہ ہاتھ پونچھتی مہوش کے پاس چلی آئی۔ ''آبص آجائیں تو کھانا لگواتی ہوں۔

''آبص جانے کدھر نکل گیا ہے۔ آفس تو نہیں گیا تھا..... وہ کچھ بتا کر گیا ہے۔''

''جی۔ وہ۔ مسجد تک گئے ہیں۔'' ارسلہ کچن کی طرف پلٹتے پلٹتے بولی۔ ادھر مہوش یہ سن کر، تعجب ہو کر کچھ کہتیں۔ آبص لابی میں داخل ہوا۔

''السلام علیکم'' پشت سے اس کی آواز ابھری ارسلہ کے ساتھ مہوش بھی پلٹیں۔ آبص سفید شلوار سوٹ میں ملبوس تھا۔ سر پر رکھی ٹوپی اتار کر ٹیبل پر رکھ کر وہیں کرسی پر بیٹھ کر پانی کا گلاس اٹھا کر پانی پینے لگا۔

''جمعہ کی نماز کے لیے گیا تھا۔ بہت اچھا بیان ہو رہا تھا وہیں بیٹھ گیا میں بھی سننے کو۔'' وہ گلاس رکھتے ہوئے مہوش کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ مہوش حیرت کے عالم میں تھیں جبکہ ارسلہ خاصی مطمئن اور خوش دکھائی دے رہی تھی۔

''کھانا ملے گا یا نہیں۔ بہت بھوک لگ رہی ہے۔ وہ ارسلہ پر اچٹتی سی نگاہ ڈالتے ہوئے بولا۔ مہوش یکدم چونکیں پھر ہلکی سانس بھر کر مسکراتے ہوئے اس کے نزدیک آئیں۔

''ہاں کیوں نہیں۔ آج تو لنچ ارسلہ نے اپنے ہاتھوں سے بنا دیا ہے۔ سچ کہوں تم دونوں تو مجھے حیران کیے دے رہے ہو۔''

مہوش اس کے نزدیک بیٹھ گئیں۔

آبص نے بے ساختہ ارسلہ کی طرف دیکھا جو کچن کی جانب جا رہی تھی سادہ سے کپڑوں میں اپنے گھنے سلکی بالوں کو جوڑے کی شکل میں جکڑے۔ ایک خالص گھریلو قسم کی عورت دکھائی دے رہی تھی۔

''حیران تو مجھے آپ کی بہو کیے دے رہی ہے۔'' وہ ہلکے سے بڑبڑا کر رہ گیا۔

☆☆☆

حیران ہوں کہ مدت قلیل میں محسن
وہ شخص میری سوچ سے زیادہ بدل گیا

وہ یکدم اس کے سامنے آ گیا تھا وہ پلٹنا چاہ رہی تھی کہ اس کا ہاتھ ارسلہ کی کمر کے گرد حمائل ہو گیا۔ ارسلہ نے گھبرا کر گردن اٹھا کر اسے دیکھا۔ جذبوں سے پر نگاہیں اس کے چہرے پر جمی تھیں۔ اس کے اس انداز اور اتنی قربت پر وہ سٹپٹا گئی۔ اس کے رخسار یوں تمتمانے لگے گویا آبص پہلی بار اسے چھو رہا ہو۔

www.zemtime.com

''مجھے راستہ دکھانے کا شکریہ ارسلہ۔'' وہ مدہم لہجے میں بولا۔
''راستہ میں نے نہیں' اللہ نے دکھایا ہے آپ کو بھی اور مجھے بھی۔'' وہ مسکرائی۔
آبص اس کا ہاتھ تھامے اسے باغیچے میں لے آیا۔ شام کی خنکی ہواؤں میں تھی۔ تازگی کا احساس ہو رہا تھا۔ آبص نے ایک سانس کھینچی اور ارسلہ کو دیکھا پھر نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما نگاہیں اس کی کلائیوں پر گئیں۔ گداز چمکتی کلائیاں سونی سونی تھیں۔
یہ خالی کیوں ہیں۔ کچھ پہنا کیوں نہیں ہے۔'' وہ پوچھنے لگا۔
''آپ آگئے ہیں اب پہن لوں گی۔ کوئی سراہنے والا بھی تو ہو'' کہتے ہوئے وہ پلکیں جھکا گئی۔
''تو پھر آؤ۔ آج خوب بجو سنورو میرے لیے۔ میں تمہیں سراہنا چاہتا ہوں۔'' آبص کے لہجے میں جذبے چمک رہے تھے' اس کی نگاہوں میں انوکھی تپش تھی۔ ارسلہ کی پلکیں اٹھیں پھر کسی احساس کے بوجھ سے جھک گئیں۔
آبص کے ہاتھ کی گرمی اس کے دل کو اپنی گرفت میں لے رہی تھی۔ خدا کے انصاف پر یقین آگیا ارسلہ۔ وہ بندوں سے ناانصافی نہیں کرتا۔ اس کا ہر فیصلہ اس کے بندے کی بھلائی کے لیے ہوتا ہے بس انسان ہی جلد باز اور ناشکرا ہے۔ ناسمجھی میں اپنے نفس کے کہنے پر خود کو دوڑاتا رہتا ہے اور تھکا ڈالتا ہے اور جب تھک جاتا ہے تو اللہ سے شکوہ کرنے لگتا ہے اس کی حکمت کو نہیں سمجھتا۔'' آبص کی نگاہیں ارسلہ پر جمی تھیں۔
''ہاں آبص۔ ہم نے اس سفر میں بہت کچھ کھویا مگر صد شکر ایک دوسرے کو نہیں کھویا۔'' ارسلہ کے لہجے میں اطمینان تھا۔ اس نے آبص کے کندھے پر سر رکھ دیا۔
''آپ کو کھو دیتی تو پھر کچھ بھی نہیں بچتا میرے پاس۔ محبت سے قیمتی کوئی شے نہیں ہے۔''
وہ پرسکون ہو کر آنکھیں بند کر گئی۔۔ اور آبص سوچ رہا تھا، دل میں عہد باندھ رہا تھا کہ وہ اپنے رب کی رضا پر راضی رہ کر ارسلہ کے ساتھ اپنی زندگی کی شروعات کرے گا، پوری ایمانداری کے ساتھ۔
اس نے ارسلہ کو خود سے قریب کر لیا۔

☆☆☆

حمزہ نادیہ شاہ کی قبر پر موجود تھا اور ہمیشہ کی طرح اس کی قبر پر پہلے پانی کا چھڑکاؤ کیا پھر گلاب کی پتیاں گیلی ٹھنڈی مٹی پر پھیلا کر فاتحہ پڑھنے لگا۔ یہ اس کا معمول بن گیا تھا۔ اس نے اطراف کی ایسی بہت سی قبروں کی بھی مرمت کروادی تھی جس کے بدنصیب وارث شاید انہیں بھول گئے تھے۔ وہ پھولوں کی پتیوں کے کئی شاپرز خرید کر لاتا تھا۔ پانی کا چھڑکاؤ کرواتا۔ یہ سب کر کے اسے ایک سکون ملنے لگا تھا۔ مگر آج وہ افسردہ تھا وہ نادیہ شاہ سے بہت سی باتیں کر رہا تھا پھر ہنس دیا اپنے اس پاگل پن پر۔۔
''بھلا تمہیں کیا فرق پڑتا ہوگا نادیہ۔ مگر جانے والے، مٹی میں ہمیشہ کے لیے سو جانے والے نہیں جانتے کہ ان کے پیچھے رہ جانے والوں کے دل زندہ ہوتے ہوئے بھی زندگی کی رمق سے خالی ہو جاتے ہیں۔ بس دل کے ایک کونا تاریک ہو جاتا ہے۔ یہ تاریکی کبھی کبھار بہت گہری ہو جاتی ہے کبھی ہلکی۔ مگر پھر وہاں سے روشنی نہیں پھوٹتی۔'' اس کا ہاتھ نرمی سے اس کی گیلی مٹی کو سہلا رہا تھا۔

یہ ورق ورق تیری داستاں
یہ سبق سبق تیرے تذکرے
میں کروں تو کیسے الگ کروں
تجھے زندگی کی کتاب سے

☆☆

www.zemtime.com